تفسیرِ صافی
(جلد اوّل)
تالیف
محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ مُلّا فیض کاشانی
ترجمہ و تلخیص
مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی
تفسیرِ صافی

تفسیرِ صافی

(جلد اوّل)

—: تالیف :—

مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

—: ترجمہ و تلخیص :—

مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

—: شائع کردہ :—

ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا
128, Oak Creek Road,
East Windsor, NJ-08520 (USA)

—: ملنے کا پتا :—

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب: .... تفسیرِ صافی

تالیف: .... مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملاّ فیض کاشانی

تلخیص و ترجمہ: .... مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

کمپوزنگ: .... احمد گرافکس، کراچی

سرورق: .... رضا عباس گرافکس

طبعِ اوّل: .... شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ / اکتوبر ۲۰۰۹ء

ناشر: .... ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

ہدیہ: .... ۴۵۰/- روپے

فہرست مضامین

چوتھا مقدمہ

آیات کے ظاہری مطالب اور متشابہ اور تاویل کے بارے میں تحقیقی بات۔

عیاشی نے اپنی سند سے جابر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب مرحمت فرمایا دیا جب دوسری مرتبہ میں نے سوال کیا تو انھوں نے اس کا دوسرا جواب دیا میں نے امام علیہ السّلام سے استفسار کیا کہ مولا میری جان آپ پر فدا ہو آپ نے اس سوال کا پہلے کچھ اور جواب دیا تھا اور اب اس سے مختلف جواب دیا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اے جابر قرآن کے لیے باطن ہے اور باطن کے لیے باطن اور ظاہر ہے اور ظاہر کے لیے ظاہر ہے اے جابر تفسیر قرآن میں لوگوں کی عقلوں سے زیادہ بعید کوئی چیز نہیں ہے آیت کا پہلا حصہ کسی چیز سے متعلّق ہوتا ہے تو اس کا آخری حصہ دوسری شے سے تعلّق رکھتا ہے اور یہ ایسا متصل کلام ہے جس کے تصرف کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ [۱]

اور اسی سند سے حمران بن اعین سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ قرآن کے ظاہر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں وہ نازل ہوا ہے اور باطن سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کے عمل کے مطابق عمل کیا۔ [۲]

اور اپنی سند سے فضیل بن یسار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا کہ ''مافی القرآن آیة الاّ و لھا ظھر و بطن و مافیه حرف الاّ و له حد و لکل حد مطلع'' (قرآن میں جو بھی آیت ہے اس کے ظاہری اور باطنی معانی ہیں اور اس میں جو بھی حرف ہے اس کی حد معین ہے اور ہر حد کے لیے مطلع ہے) میں ''لھا ظھر و لھا بطن'' سے کیا مراد ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا ''ظھر'' سے مراد تنزیل قرآن ہے اور ''بطن'' سے مراد اس کی تاویل ہے ان میں سے کچھ باتیں گزر چکی ہے اور کچھ ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں وہ ایسے ہی رواں دواں ہیں جس طرح سورج اور چاند گردش میں ہیں جب بھی اس میں کوئی شے آئے گی وہ واقع ہو جائے گی اللہ تعالی فرماتا ہے: ''وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ'' اور اسے ہم جانتے ہیں۔ [۳]

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۲، ح۸   (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۱، ح۴   (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۱، ح۵

اپنی سند سے مسعدہ بن صدقہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کے بارے میں دریافت کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ناسخ وہ ہے جو برقرار ہو اور جس پر عمل کیا جائے اور منسوخ وہ ہے کہ جس پر عمل کیا جارہا ہو پھر کوئی ناسخ اسے منسوخ کردے اور متشابہ وہ ہے جو نہ جاننے والے پر مشتبہ ہو جائے۔ ۱

اور ایک روایت میں ہے کہ ناسخ وہ ہے جو برقرار ہو اور منسوخ وہ جو گزر چکا اور محکم جس پر عمل کیا جائے اور متشابہ جو ایک دوسرے کے مشابہ ہو۔ ۲

اور اپنی سند سے عبداللہ بن سنان سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے امام صادق علیہ السّلام سے قرآن اور فرقان کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ قرآن سے مراد مکمل کتاب اور واقع ہونے والے حالات ہیں اور فرقان وہ محکم آیتیں ہیں جن پر عمل کیا جائے اور ہر محکم فرقان ہے۔ ۳

اپنی سند سے ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن میں محکم اور متشابہ دونوں موجود ہیں محکم وہ ہے جس پر ہمارا ایمان ہے ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ہمیں بدلہ ملے گا متشابہ وہ ہے جس پر ہمارا ایمان تو ہے مگر ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ ۴

اپنی سند سے عبداللہ بن بکر سے مروی ہے وہ امام صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ قرآن میں بہت سی باتیں اس ضرب المثل کے طور پر نازل ہوئی ہیں ''ایاك اعنی و اسمعی یا جارہ'' میری مراد تو تم سے ہے مگر پڑوسن تم سنو یعنی سنانا کسی اور کو مقصود ہوتا ہے اور سناتے کسی اور کو ہیں۔ ۵

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ مثل اس کے لیے بولی جاتی ہے جو کوئی کلام کرتا ہے اور اس کا مخاطب وہ نہیں ہوتا جس سے وہ مخاطب ہوتا ہے بلکہ اس کا خطاب کسی اور سے ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث ہماری اس تحقیق کی تائید کرتی ہے جو ہم نے سابقہ مقدّمے میں بیان کیا ہے۔

اور وہ اپنی سند سے ابن ابی عمیر سے جس نے گفتگو کی امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے جو تبادلہ گفتگو کی ہے وہ اسی ذیل میں آتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ''وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا'' (سورہ بنی اسرائیل ۱۷/ ۷۴) اور اگر ہماری خاص توفیق نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ کچھ نہ کچھ ان کی طرف مائل ضرور ہو جاتے۔ اس آیت میں نبی سے خطاب ہے اور کوئی دوسرا شخص مراد ہے۔ ۶

اور عامہ کے طریق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ قرآن کے لیے ظاہر، باطن، حد اور مطلع ہوتا ہے۔ ۷

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۱۔۱۲، ح۷ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۰، ح۱ (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۹، ح۲

(۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۱، ح۶ (۵) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۰، ح۴ (۶) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۰، ح۵

(۷) احیاء علوم الدین، ج۱، ص۳۴۱

اور آنحضرت سے مروی ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اس کی ہر آیت میں ظاہر و باطن ہے اور ہر ایک حد کے لیے مطلع ہے۔[1]

اور ایک روایت میں ہے ہر حرف کے لیے حد اور مطلع ہوتا ہے۔[2]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ قرآن کے لیے ظاہر اور باطن ہے اور ہر باطن کے لیے باطن ہے سات باطن تک۔[3]

امیر المؤمنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہر آیت کے چار مطالب ہوتے ہیں ظاہر، باطن، حد اور مطلع ظاہر سے مراد تلاوت ہے، باطن سے مراد اس کا سمجھنا ہے حد سے مراد حلال وحرام کے احکامات ہیں اور مطلع وہ ہے اللہ اپنے بندے کو جس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔[4]

روایت کی گئی ہے کہ امام علیہ السّلام سے سوال کیا گیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ رسول اللہ سے کوئی اور وحی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ہر ذی روح کو حیات بخشی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس نے بندے کو اپنی کتاب کا فہم عطا کیا ہے۔[5]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ کتاب خداوندی چار اشیا پر مشتمل ہے عبارت، اشارت، لطائف اور حقائق۔ عبارت عوام کے لیے ہے اشارت خواص کے لیے، لطائف (باریکیاں) اولیا کے لیے اور حقائق انبیا کے لیے ہیں۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ متشابہ اور تاویل کے بارے میں تحقیق اس امر کی متقاضی ہے کہ لب لباب کے طور پر کچھ بیان کیا جائے اور علم کا ایک دروازہ کھول دیا جائے جس میں سے ہزار دروازے اس کے اہل کے لیے کھل جائیں گے پس ہم کہتے ہیں اور اللہ سے توفیق کے طالب ہیں ہر معنیٰ کی ایک حقیقت اور روح ہوتی ہے اور اس کی صورت اور قالب ہوتا ہے اور ایک ہی حقیقت کے لیے متعدد صورتیں اور قوالب ہوتے ہیں اور الفاظ کو حقائق اور ارواح کے لیے وضع کیا گیا ہے اور چوں کہ یہ دونوں قوالب میں موجود ہوتے ہیں تو الفاظ کو ان دونوں میں حقیقت پر استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ ان میں باہمی اتحاد ہونا چاہیے مثلاً لفظ قلم ایک ایسے آلے کے لیے وضع کیا گیا جو صورتوں میں نقش کر دے خواہ وہ قلم نرکل کا ہو یا لوہے کا یا کسی اور چیز سے بنایا گیا ہو بلکہ اس کا جسم ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی نقش کا محسوس ہونا ضروری ہے اور نہ ہی یہ لازم ہے کہ لوح کاغذ کی ہو یا لکڑی کی، بلکہ اس میں نقش کا پایا جانا ضروری ہے اور یہی لوح کی حقیقت اس کی تعریف اور اس کی روح ہے پس اگر کوئی شے موجود ہو گی تو اس کے وسیلے سے علوم کے نقوش دلوں کی ارواح پر مرتسم ہو جائیں گے تو زیادہ مناسب ہے کہ اسے

(۱) تفسیر طبری، ج۱، ص۹ (۲) کنز العمال، ج۲، ص۵۳ (۳) عوالی اللالی، ج۴، ص۱۰۷
(۴) المیزان فی تفسیر القرآن، ج۳، ص۷۴ (۵) احیاء علوم الدین، ج۱، ص۳۳۳

قلم کہا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۙ" (سورہ علق ۹۶ / آیات ۴۔۵) (قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا) بلکہ وہ قلم حقیقی ہے اس لیے کہ اس میں قلم کی روح اس کی حقیقت اور اس کی تعریف پائی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی شے خارج میں بھی موجود ہو اسی طرح ترازو وضع کیا گیا کہ اس کے ذریعے چیزوں کو تولا جا سکے اور اس کا وزن کیا جا سکے یہ ایک مفہوم ہے اور وہی اس کی حقیقت اور روح ہے اور اس کے مختلف قوالب اور صورتیں ہیں جن میں سے کچھ جسمانی ہیں اور کچھ روحانی جس طرح ترازو سے مجسم اور وزنی چیزوں کو تولا جاتا ہے یہ ایسا ترازو ہے جس کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور قبان سٹیل یارڈ (بھاری اشیا کو تولنے کا ترازو) ہوتا ہے اور جو بھی اس مقصد کو پورا کرے۔ اور کچھ سے وقت اور بلندی کو ناپا جاتا ہے جیسے اسطرلاب اور کچھ سے دائروں اور کمانوں کو ناپا جاتا ہے جیسے پرکار اور ستونوں کو ناپا جاتا ہے جیسے شاقول (معماروں کا ساتول) اور جس سے لکیروں کا وزن کیا جاتا ہے جیسے پیمانہ اسکیل اور مسطر، اور جس سے اشعار کا وزن کیا جاتا ہے جیسے عروض اور جس سے فلسفہ کا وزن ہوتا ہے جیسے گفتگو، اور جس سے بعض مدرکات (جو چیزیں ادراک میں آتیں ہیں) کا وزن کیا جاتا ہے جیسے حس اور خیال اور جس سے علوم اور اعمال کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ قیامت کے دن میزان نصب ہوگا جس سے ان تمام امور کو ناپا، تولا، جانچا اور پرکھا جاتا ہے وہ عقلِ کامل ہے دوسرے موازین کے علاوہ۔

اور القصہ ہر شے کا میزان (ترازو) اسی کی جنس سے ہوگا اور لفظ میزان ان میں سے ہر ایک کی حقیقت ہے اس اعتبار سے کہ اس کی تعریف اور حقیقت اس میں موجود ہے۔ اور ایسے ہی ہر لفظ و معنیٰ کو قیاس کرو اور جب ارواح کی جانب تمھاری رہنمائی ہو جائے گی تو تم روحانی ہو جاؤ گے اور تم پر ملکوت کے دروازے کھل جائیں گے اور ملأ اعلیٰ کی رفاقت اور صحبت تمھارے لیے جائز ہو جائے گی اور یہ کتنے بہترین ساتھی ہیں۔ عالم محسوسات اور مشاہدات میں جو کچھ ہے وہ مثال اور صورت ہے امر روحانی کی عالم ملکوت میں اور وہی اس کی روح مجرد ہے اور اس کی حقیقت محض، اور عوام الناس کی عقول در حقیقت مثالیں ہیں انبیا اور اولیا کے عقول کی انبیا اولیا کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ عوام الناس سے مثالیں بیان کیے بغیر گفتگو کریں اس لیے کہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کی جائے اور ان کی عقول کی نسبت اس حیات میں ایسی ہے جیسے محو خواب ہوں اور جو شخص سو رہا ہو اس پر کوئی شے منکشف نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ بطور مثال کچھ خواب میں نظر آجائے لہٰذا اگر کوئی شخص نااہل کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے تو خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ موتی سؤر کے گلے میں لٹکا رہا ہے اور جو شخص اور جو شخص ماہ رمضان میں فجر سے پہلے اذان دے رہا ہے تو وہ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ لوگوں کہ منہ اور ان کی شرم گاہوں پر مہر لگا رہا ہے اور ایسی ہی دوسری چیز کا قیاس کر لیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ تخلیق کے مابین مخفی تعلّقات ہیں (فالناس نیام اذا ماتوا انتبھوا) (لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے)۔

اور ان حقائق سے واقفیت حاصل کرلیں گے جو بطور مثال انھوں نے سنے تھے اور وہ ان کی روحوں کو پہچان لیں گے اور سمجھیں گے یہ مثالیں تو محض چھلکے کی مانند ہیں ارشاد ربّ العزت ہے ''اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا'' (سورہ رعد ۱۳ / آیت ۱۷) اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیوں میں بقدر ظرف بہنے لگا اور سیلاب میں جوش کھا کر جھاگ آگیا۔

اس آیت میں علم کو پانی سے تشبیہ دی اور قلوب کو وادیوں سے اور گمراہی کو جھاگ سے تشبیہ دی ہے اور آیت کے آخر میں اس طرح متنبہ کیا گیا ہے ''كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ'' اللہ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

پس تمھارا فہم جس کا متحمل نہیں ہوسکتا تو قرآن تمھیں اس انداز میں سمجھاتا ہے گویا کہ تم نیند میں تھے اور اپنی روح کے ذریعے لوح محفوظ کا مطالعہ کررہے تھے وہ تمھارے لیے مناسب مثال بیان کرتا ہے اور اس مثال کو تعبیر کی ضرورت ہے پس تاویل تعبیر کی جگہ جاری وساری ہوتی ہے مفسر چھلکے کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے اور چوں کہ لوگ اپنی عقل اور مقامات کے مطابق گفتگو کرتے ہیں پس جب کُل سے خطاب کیا جائے تو لازم ہے کہ ہر ایک کا اس میں حصہ ہو پس قشریہ جو ظاہر بین افراد ہیں وہ تو صرف ظاہری معانی کا ادراک کرسکتے ہیں پس چھلکے کا انسان سے وہی تعلق ہے جو کھال اور جلد کا بدن سے ہے وہ صرف ظاہری مفہوم تک رسائی حاصل پاسکتا ہے اور وہ ایسے ہی ہے جیسے کھال اور غلاف میں کالبد اور تصویریں ہوں جہاں تک اس کی روح، راز اور حقیقت کا تعلق ہے تو صرف صاحبان عقل ہی اس کا ادراک کرسکتے ہیں جو راسخون فی العلم ہیں اور اس جانب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو یہ دعا دیتے وقت ارشاد فرمایا ہے:

اللھم فقھه فی الدین و علمه التاویل

اے اللہ اسے دین کا فہم عطا کر اور اسے تاویل کا علم عطا کردے۔

ان میں سے ہر ایک کے لیے حصہ ہے کم ہو یا زیادہ ناقص ہو یا کامل اور ان کے لیے مختلف درجے ہیں خواہ بلندی کی جانب ہوں یا پستی کی جانب اس کے راز ہوں یا اس کے انوار، مکمل طور پر اس تک رسائی اور منتہا کا حصول تو کوئی فرد اس کی خواہش نہیں کرسکتا خواہ سمندر اس کی تشریح کے لیے سیاہی بن جائیں اور درخت قلم ہوجائیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

(سورہ کہف ۱۸ / آیت ۱۰۹)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے لیے سمندر بھی روشنائی بن جائیں تو کلمات رب کے ختم ہونے سے پہلے ہی سارے سمندر ختم ہوجائیں گے چاہے ان کی مدد کے لیے ہم ویسے ہی اور بھی سمندر لے آئیں۔

اور جیسا کہ ذکر کیا گیا اصول دین کے بارے میں وارد ہونے والی آیات و احادیث میں ظاہری معنی کے

سبب اختلاف نظر آتا ہے۔

تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان آیات و احادیث میں مختلف گروہوں اور طرح طرح کی عقل رکھنے والوں سے خطاب کیا گیا ہے لازم ہے کہ ہر ایک سے اس کے فہم اور منزلت کے اعتبار سے گفتگو کی جائے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب صحیح ہے اور حقیقی اعتبار سے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور درحقیقت اس میں کوئی مجاز بھی نہیں ہے اور اسے اندھے اور ہاتھی کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے جو بہت مشہور ہے اور اس کے باوجود جو بھی ظاہر پر محمول کرتے ہوئے متشابہات میں سے کچھ نہ سمجھے جو اس کے نزدیک بظاہر دین کے صحیح اصول اور یقینی عقائد جنھیں وہ حق سمجھ کر تسلیم کرتا ہے ان کے خلاف ہوگا تو اسے چاہیے کہ وہ صورت لفظی پر ہی اکتفا کرے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کرے اس لیے کہ ان متشابہات کا علم صرف اللہ اور راسخون فی العلم کو ہے پھر وہ انتظار کرے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کی ہوائیں چلنے لگیں اور آنے والے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس تک خوشبو کی لپٹیں آجائیں ہوسکتا ہے کہ اس سے مشکل حل ہو جائے اور دروازہ کھل جائے، امر الٰہی نافذ ہو جائے، جسے اللہ پورا کرکے رہتا ہے اس لیے کہ خداوند عالم نے اس قوم کی مذمت کی ہے جو بغیر علم کے متشابہات کی تاویلیں کرتے ہیں ارشاد باری ہے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (سورہ آل عمران ۳/ آیت ۷)

پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ پردازی اور من مانی تاویلوں کے لیے متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں حالاں کہ اس کی تاویل کو اللہ جانتا ہے اور وہ جو بحرِ علم کے شناور ہیں۔